بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد رائے پوری** قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور
مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد رائے پوری** جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

جولائی 2025ء / محرم الحرام ۱۴۴۷ھ
جلد نمبر 17، شمارہ نمبر 7 قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبر شپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- شریعتِ محمدیہ ﷺ؛ ملتِ ابراهیمیه حنیفیه کی تجدید
- باہمی تعلقات درست کرنے کا اَجر
- حضرت حارثہ بن نعمان خزرجی انصاری رضی اللہ عنہٗ
- امریکہ کی انسانیت دشمن ننگی جارحیت اور مسلم دنیا کا ٹک ٹک دیدم کردار
- احادیث کی روشنی میں ''عقل'' سے متعلق مقاماتِ احسان (3)
- عثمانی سلطنت کے تیسرے حکمراں؛ مرادِ اوّل
- بے نتیجہ بجٹ مہم
- ابراہیم ٹراورے: برکینا فاسو میں ایک نئی فوجی قوم پرستی کا اُبھار
- امن وسلامتی؛ اسلام کا بنیادی امتیاز ہے
- مسلمانوں نے مضبوط دیوار کی مانند امن کا نظام قائم کر دیا تھا
- عربوں کی آلہ کاری اور استعماری نظام کی بربادی
- فرقہ وارانہ سوچ' عصری شعور سے عاری ہوتی ہے
- خواجہ خواجگان' حضرت محمد باقی المعروف خواجہ باقی باللہ دہلویؒ
- نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- دینی مسائل
- کتاب ''خاتم النّبیّین ﷺ کی جامعیت......'' کی اشاعت

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''یہ عقیدہ کہ دعا — خواہ ''حِـزْبُ البَـحـر'' (ایک خاص ورد ہے، جو شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ پر الہام ہوا، یہ مختلف مقاصد کے لیے پڑھا جاتا ہے) ہو یا کوئی اَور — اس کے ضرور ہی قبول ہونے اور ہر موقع پر یکساں نتائج یقینی ہونے کا عقیدہ، ایک غلط عقیدہ ہے۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اللہ میاں کسی (انسان) کے قبضے میں آگئے اور (وہ ایک انسان کے ہاتھوں) نعوذ باللّٰہ مِن ذٰلک (اللہ کی پناہ) مضطر (مجبور) ہیں۔ حال آں کہ پیغمبروں اور پیغمبروں کے سردار ﷺ کی دعاؤں کے متعلق بھی خود حضورؐ کو یہ بات یقینی طور پر معلوم نہ ہوا کرتی تھی کہ یہ دعا منظور ضرور ہو جائے گی۔ ہاں! اگر کسی دعا کی قبولیت کے متعلق اطلاع مل گئی، وہ اَور بات ہے (یعنی وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے)''۔

(۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ/ 22 نومبر 1946ء، بروز: جمعہ، مقام: نظام الدین، دہلی)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 228، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

شریعتِ محمدیہ ﷺ؛
ملتِ ابراهیمیه حنیفیه کی تجدید

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 134 تا 136) میں یہودیت اور نصرانیت کا ردّ اور ملتِ ابراهیمیه حنیفیه کی اصل حقیقت اور جامعیت کا ذکر تھا، تمام انبیائے بنی اسرائیل نے بغیر کسی تفریق کے اس کی پابندی کا عہد کیا تھا اور اُن کی اُمتوں نے عمل کیا تھا۔

ان آیات (2-البقرہ: 137 تا 139) میں یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ملتِ ابراهیمیه حنیفیه کی ہی تجدید کی ہے اور شریعتِ محمدیہ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقانی رنگ میں رنگی ہوئی ہے اور وہی رنگ تمام رنگوں سے عمدہ اور اچھا ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ (سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے، ہدایت پائی انھوں نے بھی): دینِ ابراہیمی کی تجدید کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے بھیجے ہوئے دیگر تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کی جامعیت پر مبنی جو شریعتِ محمدیہ ﷺ جاری کی ہے، اُسی طرح اگر تم اے یہود و نصاریٰ! ایمان لاؤ گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح دل و جان سے رسول اللہؐ کی بات مانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی ملت سے وابستہ تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کو قبول کر کے ہدایت اور کامیابی حاصل کی ہے، اسی طرح اے بنی اسرائیل! تم بھی ہدایت یافتہ بن کر دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر لو گے۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ (اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر): لیکن اگر انھوں نے ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے اس محمدی شریعت اور نظام سے روگردانی کی تو نہ صرف تم دنیا اور آخرت میں کامیابی سے محروم رہو گے، بلکہ یہ سراسر تمھاری ہٹ دھرمی ہے کہ ایک طرف ابراہیم اور اسرائیل علیہما السلام کی بات ماننے کے دعوے دار ہو اور دوسری طرف اُن کے سچے پیغام اور تجدیدی کام کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سو اَب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا): ایسی صورت میں نبی اکرم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ اُن کے مقابلے میں آپؐ کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ ان یہود و نصاریٰ کی دشمنی اور ضد سے خوف مت کھائیں۔ ان کے شر اور فتنے سے آپؐ کی دعوت اور آپؐ کی جماعت کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں۔ یہود و نصاریٰ ابراہیمی ملت پر مبنی قرآن حکیم کی تجدیدی دعوت کا مقابلہ کرنے کی استعداد نہیں رکھتے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح سننے والا اور پورے طور پر معاملے سے باخبر ہے کہ یہ بنی اسرائیل اللہ کی بات ماننے کے بجائے نفسانی خواہشات کے اسیر ہیں۔ ان کے مقابلے کے لیے اللہ کافی ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے، اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں): نبی اکرم ﷺ نے دینِ ابراہیمی کی تجدید کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کی کسی چیز کو قبول نہیں کیا تھا، تاکہ دیگر ملتوں کے زیرِ اثر ملتِ ابراہیمیہ میں شامل ہونے والے اُن کے باطل رنگ سے دینِ ابراہیمی میں کوئی ملاوٹ پیدا نہ ہو۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے عرشِ الٰہی اور حظیرۃ القدس کے واسطے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ فرمائی اور آپؐ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ حظیرۃ القدس وہ مقدس مقام ہے کہ جو اصل ابراہیمی دین کو یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں اچھی طرح جانتا ہے۔ ابراہیمی دین اور اُس کے اُصول حظیرۃ القدس میں بالکل اصل حالت میں محفوظ ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ اللہ کے رنگ میں رنگین ہوئے تو آپؐ اور آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ میں ایسی روحانی کیفیت اور حالت وجود میں آگئی جو پکار کر یہ کہتی ہے کہ: ''ہم اُس اللہ رب العالمین کے ہی عبادت گزار ہیں''۔ وہ رب العالمین جو حظیرۃ القدس میں اصل دینِ الٰہی کی بنیاد پر تمام انبیا علیہم السلام کی اُمتوں کو بغیر کسی تفریق کے جمع کرنے والا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''یہودی ان آیتوں سے پھر گئے اور اسلام قبول نہ کیا اور نصرانیوں نے بھی انکار کر دیا، اور شیخی میں آ کر کہنے لگے کہ: ہمارے یہاں ایک رنگ ہے جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور (اُن کا) یہ دستور تھا کہ جب ان کے (ہاں) بچہ پیدا ہوتا، یا کوئی ان کے دین میں آتا تو اس کو اس رنگ میں غوطہ دے کر کہتے کہ: (وہ) خاصہ پاکیزہ نصرانی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اے مسلمانو! کہو! ہم نے خدا کا رنگ یعنی (دینِ حق) قبول کیا کہ اس دین میں آ کر سب طرح کی ناپاکی سے پاک ہوتا ہے''۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ (کہہ دے! کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت، حال آں کہ وہی ہے رب ہمارا اور ربّ تمھارا، اور ہمارے لیے ہیں عمل ہمارے، اور تمھارے لیے ہیں عمل تمھارے، اور ہم تو خالص اسی کے ہیں): ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا ہے۔ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حال آں کہ وہ ہمارا ربّ بھی ہے اور تمھارا ربّ بھی ہے، بلکہ کل انسانیت کا ربّ ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''یعنی: اللہ تعالیٰ کی نسبت تمھارا نزاع (ہمارے ساتھ جھگڑا) کرنا اور تمھارا یہ سمجھنا کہ اس کی عنایت و رحمت کا ہمارے سوا کوئی مستحق نہیں، لغو بات ہے۔ وہ جیسا تمھارا رب ہے، ہمارا بھی ربّ ہے، اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لیے کرتے ہیں۔ تمھاری طرح زعمِ آبا و اجداد اور تعصُّب و نفسانیت سے نہیں کرتے۔ پھر کیا وجہ کہ ہمارے اعمال وہ مقبول نہ فرمائے اور تمھارے اعمال مقبول ہوں؟!)

ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے شکوک و شبہات دور کر کے ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ میں شریعتِ محمدیہ کے تجدیدی کردار کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ واضح کیا ہے کہ اے بنی اسرائیل! اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگین کرو اور اُس کا طریقہ صرف وہ ہے، جو اس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جاری کیا ہے۔ یہی ابراہیمی دین ہے، یہی اسماعیل اور یعقوب یعنی اسرائیل علیہم السلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

باہمی تعلقات درست کرنے کا اَجر

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ''. (سنن ابو داؤد: 4919)

(سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تم کو وہ بات بتاؤں جو روزے، نماز اور صدقے سے بہتر ہے؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آپس میں اصلاح کا کام کرنا۔ اور آپس میں فساد کرنا' (اجتماعیت کی) جڑ کاٹنے والا ہے''۔)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو اجتماعی فکر پر مبنی ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے کی رہنمائی فرما رہے ہیں جو باہمی اتفاق اور صلح جوئی اور اصلاح پر استوار ہو۔ آپ ؐ کے ارشاد کے مطابق دو افراد، دو جماعتوں اور اقوام کے درمیان آپس کے فساد اور لڑائی کو ختم کرانا، روزے، نماز اور صدقے سے زیادہ اَجر والا کام ہے۔ اس لیے کہ اس سے معاشرتی استحکام پیدا ہوتا ہے۔ امن، سکون اور خوش حالی کا ماحول بنتا ہے۔ لوگ پُرسکون ہو کر ذہنی آسودگی کے ساتھ انسانی تقاضوں، یادِ الٰہی اور روحانی بالیدگی کی طرف اطمینان سے متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی دینی اور دنیاوی ترقی کی راہیں کھلتی ہیں۔

اس کے برعکس لڑائی جھگڑا، انتشار اور فرقہ واریت کی فضا میں سب سے پہلے انسانی رشتوں کے احترام اور انصاف کا قتل ہوتا ہے، انسانوں کا سکون برباد ہوتا ہے، انسان ذہنی انتشار کا شکار رہتے ہیں، اس ذہنی انتشار و افتراق میں وہ غلط صحیح فیصلے کرتے رہتے ہیں، یوں ترقی کے بجائے زوال کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ لڑائی اور فساد کے ختم کرنے کو ان عبادات کے نتائج سے بہتر قرار دے رہے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے ایک صالح معاشرے کی خوبیوں میں سے ایک خوبی امن و آشتی کا ایسا ماحول جو لڑائی جھگڑے اور فساد سے خالی ہو، بتایا ہے۔ (16-النحل:112)

دنیا میں جب سے سامراج کا غلبہ ہوا ہے، تب سے اس نے اپنے گھٹیا مفادات کو پورا کرنے کے لیے قوموں میں منافرت، سیاسی عدمِ استحکام، معاشی بدحالی، بدامنی، خوف اور دہشت گردی کو عام کیا ہے۔ لوگ ان مسائل میں اُلجھے رہتے ہیں، سامراج ہمدردی کی آڑ میں حیلے بہانوں سے ان فسادات کو بڑھاوا دیتا ہے۔ قوموں کو غلام بنانے کے لیے مذہبی افتراق پر مبنی سوچ' سامراج کا اس دور میں سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ دینی لحاظ سے جو ایام اور مواقع مقدس ہیں، ان کو فرقہ واریت کی راہ پر ڈال کر مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ان کی طاقت کو منتشر کر دیا گیا ہے، جس سے سامراج اور ان کی آلۂ کار حکومتیں لوگوں کے حقوق کو پامال کرتی اور فسادات کی آڑ میں لوگوں کو اپنے حقوق کے لیے جمع نہیں ہونے دیتیں۔ یہ حدیثِ مبارکہ ان تمام امور میں رہنما اُصول فراہم کرتی ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت حارثہ بن نعمان خزرجی انصاری رضی اللہ عنہٗ

حضرت حارثہ بن نعمان خزرجی انصاری رضی اللہ عنہٗ ہجرتِ نبویؐ سے قبل حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپؓ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عالم، فاضل، دینی تعلیمات کے بڑے ماہر، اَخلاقِ فاضلہ سے متصف، انسان دوست، جود و سخا، جرأت مندی اور حکمت و متانت کا مجسم نمونہ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا تو تلاوت کی آواز سنی۔ پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: حارثہ بن نعمان۔ آپؐ نے فرمایا: ''ماں کی اطاعت کا ثمرہ ایسا ہی ہوتا ہے''۔ واقعی حارثہ ماں کی اطاعت شعاری اور فرماں برداری میں ممتاز تھے۔

یہی وہ پہلے سعادت مند صحابی ہیں، جنھوں نے مسجدِ نبویؐ کے گرد اپنے تمام مکانات رسول اللہؐ کو پیش کر دیے کہ اپنی صوابدید کے مطابق جو جگہ چاہیں، اپنے استعمال میں لائیں اور مہاجرین صحابہؓ کو بھی مرحمت فرمائیں۔ کہتے ہیں انہوں نے آپؐ اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات اور مہاجر صحابہؓ کے لیے یہ مکانات خالی کر دیے۔ آپؐ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی کہ: ''حارثہ نے اتنے گھر مجھے ہبہ کیے کہ اب مجھے گھر لینے میں شرم آتی ہے۔ اے اللہ! اس کو مال و اہل کی برکات عطا فرما''۔

حضرت حارثہؓ شہسوار، بہادر اور سخی تھے، بلکہ سخاوت ان کی مستقل طبیعت بن چکی تھی۔ آپؓ اس رحمانی لشکر جماعتِ صحابہ کرامؓ کا ایسا حصہ تھے جو جان اور مال دونوں کو دینِ حق کے غلبے اور امام الانبیا و خاتم النبیینؐ کے لیے ہر وقت خرچ کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے اور سرمایہ پرستانہ ذہن سے کوسوں دور تھے۔ آپؓ سخاوت کی تاریخ میں بڑے اہم اور قابلِ رشک کارناموں کے حامل ہیں۔ اجتماع اور مسلمان جماعت کی فلاح و بہبود کے ہر اقدام میں شامل نظر آتے ہیں۔

آپؓ نے بدر کے میدان میں بھی اپنی بہادری اور ثابت قدمی کے جوہر دکھائے۔ اس دن آپؓ نے عتبہ بن غزوان کے بھتیجے عثمان بن عبدشمس کو گرفتار کر لیا اور ستر قیدیوں کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آپؓ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور غزوۂ حُنین میں بلند پایہ شہسوار صحابہ کرامؓ کے ساتھ رسول اللہؐ کے گرد ثابت قدم رہے اور جبرائیل امین علیہ السلام نے ثابت قدم رہنے والے سو صحابہؓ میں آپ کی شہادت دی اور دشمن کے مقابلے میں ان کی یہ بہادری عالمِ ملکوت میں پہچان بن گئی اور جبرائیل امینؑ نے کہا: ''اس صبر و تحمل پر ان کی اور ان کی نسلوں کے رزق کی دنیا و جنت میں اللہ نے ذمہ داری لی ہے''۔ آپؓ نے اللہ کی رضامندی کے لیے اپنا خاندانی نظام صلہ رحمی کے اصول پر قائم رکھا۔ آپؓ نے عہد خلفائے راشدینؓ میں ہر میدان میں دینی، علمی، سیاسی اجتماعی اور مالی و معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ امام ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں رقم طراز ہیں: ''حارثہ دیانت دار، نیک دل اور اپنی والدہ کے فرماں بردار تھے''۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

امریکہ کی انسانیت دشمن جنگی جارحیت اور مسلم دنیا کا ٹک ٹک دیدم کردار

آج کی دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے کی وجہ سے طاقت کا توازن بگڑ چکا ہے اور عالمی امن لمحہ بہ لمحہ خطرات کی زد میں ہے۔ یوکرین، شام سمیت اب ایران میں امریکی سرپرستی میں اسرائیلی جارحیت نے کرۂ ارض کو ایک ایسے بارود کے ڈھیر پر لا کھڑا کیا ہے، جو کسی بھی لمحے بھڑک سکتا ہے۔ اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی ادارے بے بسی کی تصویر بنے نظر آتے ہیں، جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کی محافظ قوتیں اپنے مفادات کی تکمیل میں اَخلاقی اُصولوں کو روند رہی ہیں۔ وہ انسانی جانوں کی قیمت پر اپنے مفادات کا راستہ ہموار کر رہی ہیں۔ امن و سلامتی کے حوالے سے نام نہاد مہذب سرمایہ دار دنیا کے دعوے صرف الفاظ تک محدود ہیں۔ میڈیا کی جنگ ہو یا پروپیگنڈے کی یلغار، سچائی اور انصاف' منافقت کے نیچے دب چکے ہیں۔ اس تمام منظرنامے میں اگر دنیا نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو جنگ کے شعلے پوری انسانی تہذیب کو خاکستر کر دیں گے اور تاریخ صرف پچھتاووں کا مرثیہ بن کر رہ جائے گی۔

سرمایہ داری نظام بہ ظاہر ترقی، خوش حالی اور اختراع کا علَم بردار دکھائی دیتا ہے، مگر درحقیقت یہ ایک ایسا سامراجی جال ہے جو انسانی معاشروں میں تضادات، طبقاتی کشمکش اور استحصال کی بنیادوں پر استوار ہے۔ یہ نظام' منڈی کی منطق اور منافع کے جنون سے اس قدر مغلوب ہے کہ امن، اَخلاق اور انسانیت اس کے ہاں محض نعرے ہیں۔ سرمایہ دارانہ طاقتوں کا پیٹ جب داخلی منڈیوں سے نہیں بھرتا تو خارجی وسائل پر قبضے کے لیے جنگوں کا جواز پیدا کرتی ہیں۔ کہیں آزادی کے نام پر بمباری ہوتی ہے، کہیں جمہوریت کے پردے میں تیل اور زمین ہتھیائی جاتی ہے۔ اس نظام کو اپنے تسلسل کے لیے ایک دشمن کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے؛ کبھی اشتراکیت، کبھی دہشت گردی، کبھی نسل پرستی، تاکہ اسلحہ ساز ادارے پھلیں پھولیں اور خوف کی معیشت زندہ رہے۔ یہ ہمیشہ انسانی خون کو تجارت کی منڈی میں سستے مال کے طور پر بیچتا ہے اور امن کی ہر کوشش کو کمزور اور سادہ لوحی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ سرمایہ داری' جنگ کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے اور اس کی بقا بھی انھی شعلوں میں ممکن ہے جن سے انسانیت مسلسل جھلس رہی ہے۔

سرمایہ داری نظام کے عالمی نگہبان امریکا نے ہمیشہ اپنی چالاکی اور عسکری قوت کے بل پر دنیا کو قابو میں رکھنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اسرائیل کو مشرقِ وسطیٰ میں اپنی پیش قدمی کا ہتھیار بنا رکھا ہے۔ حالیہ دنوں میں ایران پر اسرائیل کے ذریعے کیا گیا وار' نہ صرف اس پُرانے سامراجی طریقۂ واردات کی جھلک دکھائی دیتا ہے، بلکہ یہ واقعہ عالمی طاقت کے توازن میں آنے والی تبدیلی کا اشاریہ بھی ہے۔ ایران نے نہ صرف دباؤ کو قبول نہیں کیا، بلکہ پوری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مزاحمت اب ان حالات میں بھی ممکن ہے اور خوف کا وہ خول جس میں امریکا نے کئی دہائیوں سے دنیا کو قید کر رکھا تھا، اب ٹوٹنے لگا ہے۔ ایران کا انکار صرف ایک ملک کا انکار نہیں، یہ اس اُبھرتی ہوئی عالمی بیداری کی علامت ہے، جو طاقت کے پجاریوں کو للکارنے کی جرأت رکھتی ہے۔ اب سامراجی دعوے کھوکھلے لگنے لگے ہیں اور وہ طاقت جو کبھی ناقابلِ شکست سمجھی جاتی تھی، ریت کی دیوار بنتی جا رہی ہے۔ دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے، جہاں اقوام خودداری سے جینے کا فن سیکھ رہی ہیں اور امریکا کے پنجے سے نکلتی دنیا ایک نئے عالمی شعور کی خبر دے رہی ہے۔

ایران کی امریکا کے خلاف مزاحمت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جنگ صرف توپ و تفنگ، میزائل و بموں کی محتاج نہیں، بلکہ اصل قوت' غیرت، قومی خودداری، عزم و ہمت اور قومی یک جہتی میں پنہاں ہوتی ہے۔ چھوٹا ملک ہو کر بھی ایران نے ایک عالمی طاقت کے سامنے نہ صرف ڈٹ کر کھڑے ہونے کا حوصلہ دکھایا، بلکہ دنیا کو یہ پیغام دیا کہ عزت، خودمختاری اور وقار کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔ جب کسی قوم کے دل میں اپنی مٹی سے محبت جاگ اُٹھے، جب اس کی رگوں میں قومی آزادی کا لہو دوڑنے لگے تو وہ تسلیم شدہ ایٹمی طاقتوں کے سامنے بھی گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیتی ہے۔

ایران کی یہ مزاحمت محض جغرافیے کی بغاوت نہیں، بلکہ نظریے کی فتح ہے۔ اس نے دنیا کو باور کروایا ہے کہ ہتھیار تبھی اثر رکھتے ہیں جب ان کے ساتھ عزم و استقلال والے دل بھی موجود ہوں اور جب ارادے فولاد بن جائیں تو باطل کے ایوان لرزنے لگتے ہیں۔ یہ معرکہ بتاتا ہے کہ اصل طاقت نہ خزانے میں ہے، نہ جنگی ساز و سامان میں، بلکہ اس یقینِ محکم میں ہے جو ایک قوم کو سرنگوں ہونے سے بچا لیتا ہے۔ ایران کا یہ کردار آج کی دنیا میں حریت کی ایک روشن علامت بن کر اُبھرا ہے۔

ایران پر مسلط کی گئی اسرائیلی جنگ اور اسرائیل کی امریکی سرپرستی کے دوران عرب ممالک کی خاموشی، بے حسی اور محض زبانی جمع خرچ نے اسلامی دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ حکمران جو اپنے عوام کے سامنے اسلام، اخوت اور فلسطین کے نعرے لگاتے نہیں تھکتے، وہی پسِ پردہ اسرائیل اور امریکا کی خوشنودی کے لیے ایران جیسے مزاحمت کار ملک کے خلاف سازشوں میں شریک ہیں۔ ان کی منافقت اس قدر عیاں ہو چکی ہے کہ اب نہ ان کے بیانات میں تاثیر ہے، نہ ان کی خاموشی باوقار رہی ہے۔ امریکی اشاروں پر رقص کرتے یہ شاہی ایوان دراصل سامراج کے طفیلی بن چکے ہیں، جن کی پالیسیاں مکہ و مدینہ کے مقدس مقامات سے نہیں، بلکہ واشنگٹن اور تل ابیب کے دباؤ سے ترتیب پاتی ہیں۔ جب قبلۂ اوّل پر حملے ہوتے ہیں، جب معصوم فلسطینی خون میں نہاتے ہیں تو ان کے ایوانوں میں صرف قہقہے اور معاہدوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔

ایران کی مزاحمت ان کے لیے ایک آئینہ ہے، مگر وہ اس میں اپنی بدصورتی دیکھنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ عرب حکمرانوں کا یہ آلہ کارانہ کردار' اسلامی دنیا کی وحدت اور وقار کے لیے ایک بدنما داغ بن چکا ہے، جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔ (بقیہ صفحہ: 11 پر)

افکارِ
شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

احادیث کی روشنی میں ’’عقل‘‘ سے متعلق مقاماتِ احسان (3)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ’’حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه‘‘ میں فرماتے ہیں:

(7۔ مقامِ ’’اخلاص‘‘ کی تشریح)

’’عقل‘‘ کے مقامات میں سے ایک مقام ’’اخلاص‘‘ ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی عقل میں خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نفع کی بات اس طرح راسخ ہو:

☆ اس پہلو سے کہ انسان کا نفس حق تبارک وتعالیٰ کے قریب ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’اللہ کی رحمت محسنین کے بہت قریب ہے‘‘ (7-الاعراف:56)۔

☆ یا اس پہلو سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان سے آخرت میں عبادت کا جو ثواب بیان کیا ہے، اس کی تصدیقِ قلبی پیدا ہوجائے۔

پس اخلاص کے نتیجے میں انسان کے جسم سے اس عظیم جذبے کے ساتھ اعمال پیدا ہوں کہ اُن میں نہ ریاکاری کی ملاوٹ ہو اور نہ ہی کسی کو سنانے کا تقاضا ہو اور نہ وہ محض رسمی عادت کے مطابق ہو۔ یہ حالت اس کے تمام اعمال کے اندر جاری ہوجائے، یہاں تک کہ عام طور پر کیے گئے مباح اعمال بھی اسی نیت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ’’اُن کو نہیں حکم دیا گیا، مگر یہ کہ وہ اللہ کے دین میں مخلص ہوتے ہوئے اُس کی عبادت کریں‘‘ (98-البینہ:5)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ’’اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے‘‘ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث:1)۔

(8۔ مقامِ ’’توحید‘‘ کی تشریح)

’’عقل‘‘ کے مقامات میں سے ایک مقام ’’توحید‘‘ ہے۔ اس کے تین مرتبے ہیں:

1۔ توحیدِ عبادت: ان میں سے ایک ’’توحیدُ العبادۃ‘‘ (عبادتِ الٰہی میں توحید) ہے۔ اس مرتبے میں انسان کسی طاغوت کی عبادت نہ کرے (طاغوت کہتے ہیں ہر وہ چیز جو گمراہی میں اصل اور جڑ کی حیثیت رکھتی ہو اور انسانوں کو خیر کے طریقوں سے روکتی ہو)۔ ایسے طاغوت کی عبادت کرنے کو ایسا ناپسند سمجھے کہ جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

2۔ توحید کا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی طاقت اور قوت کو پیش نظر نہ رکھے اور یہ مشاہدہ کرے کہ پوری کائنات میں اللہ کی ’’قدرتِ وجوبیہ‘‘ بغیر کسی واسطے کے کام کر رہی ہے اور کائنات میں اللہ کے علاوہ کوئی اَور مؤثّر (حقیقی) نہیں ہے۔ وہ اسبابِ دُنیویہ کو عادت کے طور پر دیکھے اور مسببات کو اسباب کی طرف مجازی طور پر منسوب کرے۔ اور یہ سمجھے کہ مخلوق کے ارادوں پر اللہ کی قدرت غلبہ رکھتی ہے۔

3۔ توحید کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ حق تبارک وتعالیٰ مخلوقات کی سی شکل وصورت سے بالکل پاک اور بلند تر ہے۔ اور یہ سمجھے کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات سے بالکل مماثلت نہیں رکھتیں اور یہ بات اُس کے سامنے ایسے ہوجائے گویا کہ وہ بہ چشمِ خود اُس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ اور اُس کا دل اپنے نفس کی گہرائی کے ساتھ اس بات پر مطمئن ہوجائے کہ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں شریعت نے جتنی باتیں بتلائی ہیں، وہ اپنے ربّ کی جانب سے واضح دلائل کی روشنی میں سمجھے کہ وہ دلائل اُس کے دل سے پھوٹ کر اُس کی ذات پر روشن ہو رہے ہیں۔

(امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’پہلی توحید کو ’’توحید العبادۃ‘‘ کہتے ہیں۔ دوسری کو ’’توحید الأفعال و الصفات‘‘ کہتے ہیں اور تیسری کو ’’توحید الذّات‘‘ کہتے ہیں‘‘ (سندھی)۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتابوں میں توحید کی ان تینوں اقسام کی تفصیلات اور مزید حقائق بیان فرمائے ہیں۔ مترجم)

(9۔ مقامِ ’’صِدّیقیّت و محدَّثیّت‘‘ کی تشریح)

’’عقل‘‘ کے مقامات میں سے ایک ’’صِدّیقیّت اور محدَّثیّت‘‘ ہے۔ ان دونوں کی حقیقت یہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں، جو اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے انبیا علیہم السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ کچھ اس طرح سے جیسے کوئی ذہین شاگرد ایک محقق شیخ اور اُستاذ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اُن کی یہ مشابہت:

(الف) اگر قوتِ عقلیہ کے اعتبار سے ہو تو وہ ’’صدیق‘‘ یا ’’محدَّث‘‘ ہوتا ہے۔

(ب) اور اگر قوتِ عملیہ کے اعتبار سے ہو تو وہ ’’شہید‘‘ اور ’’حواری‘‘ ہوتا ہے۔

ان دونوں طرح کے حضرات کے بارے میں اللہ کے اس قول میں اشارہ ہے: ’’اور وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی صدیق اور شہدا ہیں‘‘ (57-الحدید:19)۔

’’صدیق‘‘ اور ’’محدَّث‘‘ میں فرق یہ ہے کہ صدیق کا نفس، نبی کے نفس سے بہت زیادہ قریب الماخذ ہوتا ہے۔ جیسے کبریتِ احمر (گندھک) کی آگ کے ساتھ نسبتِ مشابہت ہوتی ہے (یعنی: علمی اور عملی طور پر صدیق کی استعداد، نبی ﷺ کی استعداد کے قریب ہوتی ہے)۔ پس صدیق جب بھی نبی اکرم ﷺ سے کوئی خبر سنتا ہے تو وہ اُس کے نفس میں بہت عظمت کے ساتھ واقع اور راسخ ہوجاتی ہے اور وہ اپنے دل کی گواہی کے ساتھ اُسے قبول کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خبرِ نبویؐ اُس کا ایسا علم بن جاتا ہے، گویا کہ وہ بغیر کسی تقلید کے صدیق کے نفس سے ہی پھوٹا ہے۔ اسی معنی کی طرف اُس حدیث میں اشارہ ہے، جس میں آیا ہے کہ: ’’جب نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح کی بھنبھناہٹ سنتے تھے‘‘۔ (جامع ترمذی، حدیث:3173)

’’صدیق‘‘ کے نفس سے رسول اللہ ﷺ کی محبت اتنی شدت سے پھوٹتی ہے کہ جو ممکن حد تک کسی کو کسی سے محبت ہوسکتی ہے۔ چناں چہ وہ اس کے نتیجے میں وہ اپنی جان اور مال کو ہر طرح سے نبی پر قربان کرتا ہے اور ہر حالت میں اُن کی موافقت کرتا ہے، یہاں تک کہ صدیق اکبرؓ کی حالت نبی اکرمؐ نے بیان کی ہے کہ: وہ ’’انسانوں میں سے اُن پر اپنے مال اور صحبت میں سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عثمانی سلطنت کے تیسرے حکمراں؛ مرادِ اوّل

یورپ میں یونانی مقبوضہ علاقوں کو واگزار کرانے میں ’اَورخان‘ کے بڑے بیٹے سلیمان پاشا کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ ان ہی کی سربراہی میں ’’دنگرائی‘‘ میں بیس ہزار فوجیوں کا ایک دستہ یورپ میں داخل ہوا۔ بہت سے قلعے جو بازنطینی حکمرانوں کے تسلط میں تھے، ان کو فتح کیا اور اس طرح عثمانیوں نے ایک فاتح کی حیثیت سے یورپ میں قدم رکھا، لیکن سلیمان پاشا فتح کے ثمرات سے زیادہ مستفید نہ ہوسکے۔ وہ شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گرے اور 1358ء میں جاں بحق ہوگئے۔ اَورخان کا یہ بیٹا جنگی صلاحیتوں میں ممتاز تھا۔ عثمانی خاندان کے تمام اعلیٰ اوصاف کا حامل تھا۔ اَورخان کو اپنے اس بیٹے کی وفات کا سخت صدمہ ہوا اور اگلے سال 1359ء میں اس نے بھی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

مرادِ اوّل عثمانی سلطنت کے تیسرے حکمران ہیں۔ اَورخان کی وفات پر ان کے یہ بیٹے جن کی عمر چالیس سال تھی، سلطانی کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان میں حکمرانی کی وہ تمام خصوصیات بہ تمام وکمال پائی جاتی تھیں، جو آلِ عثمان نے ابتدائی حکمرانوں کا امتیاز تھا۔ ان کی غیر معمولی صلاحیت وقابلیت کی وجہ سے بہت تھوڑے عرصے میں یورپ کے بہت سے علاقے عثمانی سلطنت میں شامل ہوئے۔ بہتر نظم ونسق کی وجہ سے مفتوحہ علاقے عثمانی سلطنت کا مستقل حصہ بن گئے۔ مراد کی حکومت کا دورانیہ 1359ء تا 1389ء تک تقریباً تیس سال پر مشتمل ہے۔ ان میں چوبیس سال میدانِ جنگ میں گزرے۔ ہر جنگ میں خداداد صلاحیتوں اور بہتر منصوبہ بندی کی وجہ سے کامیاب و کامران ہوئے۔ اپنے دور میں بلغاریہ، سربیا اور بوسنیا دولتِ عثمانیہ میں شامل ہوئے۔ ہنگری کے حکمرانوں سے بھی مقابلہ ہوا، جس میں مراد کو کامیابی ملی اور مراد کی فتوحات کا دائرہ دریائے ڈینوب تک پہنچ گیا۔

ایک مغربی مؤرخ لکھتے ہیں کہ تیس سال تک مراد نے عثمانی سلطنت کی ایسے سیاسی تدبر کے ساتھ حکمرانی کی کہ کوئی مدبر حکمران اس پر فوقیت حاصل نہ کرسکا۔ عثمانی خاندان میں مراد نہایت ممتاز اور کامیاب حکمران، سیاست کا ماہر، جنگی مہارت رکھنے والا فاتح تھا۔ مراد نے مفتوحہ علاقوں میں عدل وانصاف اور امن وامان کا نظام قائم کیا، جس میں ہر طرح کی مذہبی آزادی تھی۔ کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی۔ جس کی ایک شہادت اس خط میں موجود ہے جو 1385ء میں یونانی کلیسا کے بطریق اعظم (مذہبی رہنما) نے پوپ کو لکھا تھا کہ مراد نے کلیسا کو کامل آزادی دے رکھی ہے۔ یہ اسی مذہبی رواداری کا نتیجہ تھا کہ 1360ء سے 1389ء کے درمیانی عرصے میں بطریق اعظم کے دفتر میں کوئی ایک شکایت بھی اربابِ کلیسا کے ساتھ بدسلوکی کی درج نہیں ہوئی۔ انھی خوبیوں کی وجہ سے یورپ میں عثمانی سلطنت کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

بے نتیجہ بجٹ مہم

ہم جیسا عام شہری جب کبھی کاروبار یا ذاتی ضرورت کے تقاضے سے قرض لینے کے لیے بینک کا رُخ کرتا ہے تو بینک کی جانب سے متعدد رپورٹیں، سٹیٹمنٹ، ضمانتیں، پکے کاغذ پر معاہدات اور نہ جانے کیا کیا مانگا جاتا ہے۔ قرض مل جانے کے بعد آمدن اور اخراجات پر نظر رکھی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے بینک اکاؤنٹس میں پیسے کی آمد و رفت پر مستقل اور عمومی مالیاتی سرگرمیوں پر سالانہ یا ماہانہ رپورٹوں کی مدد سے طائرانہ نگرانی بھی رکھی جاتی ہے۔ پاکستان کا سالانہ بجٹ بھی اس قسم کی رپورٹ ہی ہے، جو فائل کا پیٹ بھرنے کے کام زیادہ آتی ہے اور حکمتِ عملی کے لیے کم۔ آج سے دس سال پہلے کے بجٹ کا جائزہ لیں تو آج کے معاشی حالات سے حیران کن مماثلت نظر آتی ہے۔ اس دوران FATF کی پابندیاں لگیں، کرونا کی وبا آئی، سیلاب آیا، عالمی مہنگائی آئی، جنگیں آئیں، کوئی بجٹ حکمتِ عملی ہماری مسائل سے خلاصی نہ کراسکی۔ ہماری زرعی تنزلی آج بھی ویسی ہے۔ بجلی سے متعلق سرکولر قرض اور ناقص نظام آج بھی وہیں اور اس سے متعلق سبسڈی بھی وہیں۔ دس سال پہلے ملک خطرے میں تھا اور اب تو دو جنگیں بھی لڑی جاچکیں ہیں۔ گویا خطرہ بڑھا تو بجٹ بھی بڑھے گا۔ قومی ادارے نقصان پر نقصان کر رہے تھے اور ان کی ’’نجکاری کردی جائے‘‘ کا نعرہ بلند تھا اور آج بھی وہی نعرہ ہے اور وہی نقصان۔ اس سب پر قرض کا کیا کہیں؟! اس میں ریکارڈ توڑ اضافہ اور اس پر سود کی ادائیگی گویا قومی مشن قرار پاچکا ہے۔

اس بجٹ میں طاقت وروں نے اپنے اپنے وسائل کا تعین خوب کیا ہے۔ آئی ایم ایف کے اُصول وقاعدے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ امریکی دباؤ پر درآمدی ڈیوٹیوں بالخصوص غیر ملکی لگژری گاڑیوں پر تدریجاً کم کی جائیں گی۔ بجلی کے شعبے میں آٹھ کھرب کی سبسڈی رکھی گئی ہے۔ دفاعی بجٹ پچیس کھرب ہے، جب کہ اس شعبے سے متعلق کاروباری منصوبوں کو انکم ٹیکس کی چھوٹ دی گئی ہے۔ شرح سود پچھلے سال کے مقابلے میں نصف سے بھی کم ہوچکی، لیکن سود کی ادائیگی کے لیے پچاسی کھرب رکھے گئے ہیں، جو گزشتہ سال سے صرف دس کھرب کم ہے۔ گویا آمدہ سال ٹھیک ٹھاک قرض لینے کا پروگرام ہے۔ ترقیاتی کاموں پر وفاقی وصوبائی ملا کر چالیس کھرب لگائے جائیں گے اور صوبوں کو 82 کھرب ادا کیے جائیں گے۔ ان اخراجات کے لیے 193 کھرب روپے ٹیکسوں کی صورت میں جمع کیے جائیں گے۔ یوں صرف مرکز کی حد تک باسٹھ کھرب کا خسارا ہوگا، جو قرضوں سے پورا کیا جائے گا۔ کمزور طبقات کے لیے اس بجٹ میں دیگر بجٹوں کی طرح کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو الفاظ اور اعداد وشمار کی ہیر پھیر۔ دعا کریں کہ جنگ، سیلاب یا بیماری نہ آئے، ورنہ ان سب کا بوجھ پاکستانیوں پر لادا جائے گا۔ ایران اسرائیل جنگ کی شدت میں کمی کا امکان ہے، بہ صورتِ دیگر تیل کی قیمتوں کا بوجھ اور بلوچستان میں پیدا ہونے والے معاشی بحران سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیاری پکڑ لیں۔

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

ابراہیم ٹراورے: برکینا فاسو میں ایک نئی فوجی قوم پرستی کا اُبھار

کرۂ ارض کا ہر خطہ اپنی ایک خاص شناخت اور اہمیت رکھتا ہے۔ ایشیا ہو یا یورپ، امریکا ہو یا آسٹریلیا، یا براعظم افریقا، کوئی خطہ بانجھ نہیں ہے۔ ہر ایک بے شمار انسانی اور مادی وسائل سے لبریز ہے۔ عالمی سماجی اور سائنسی ترقیات ان وسائل کو بروئے کار لانے کے لیے ماحول فراہم کرتی ہیں۔ انسانی وسائل کی ترقی کے باعث کائنات میں تبدیلیوں کا عمل جاری وساری ہے۔ طاقت کے نشے میں دھت بعض گروہوں میں کج فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ شاید ان کا اقتدار پائیدار ہونے کے سبب ہمیشہ رہے گا۔ حال آں کہ جس کی اپنی زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی، وہ دعوے دوام کے کرتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اندر سے ایسے طوفان برپا ہوتے ہیں، جو سب کچھ خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں۔

مغربی افریقا میں سیاسی تبدیلیوں کی ایک نئی لہر اُبھری ہے، جہاں فوجی قیادتیں روایتی جمہوری ڈھانچے پر سوال اٹھا رہی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں نام ابراہیم ٹراورے کا ہے، جنھوں نے 2022ء میں برکینا فاسو میں فوجی انقلاب کے بعد اقتدار سنبھالا۔ ان کی قیادت بہ یک وقت استبداد کے خلاف، خود مختاری، اور اصلاحات کا امتزاج پیش کرتی ہے:

1۔ ابتدائی زندگی اور فوجی پسِ منظر: ابراہیم ٹراورے 1988ء میں برکینا فاسو کے مغربی علاقے بوبو-دیولاسو میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے یونیورسٹی آف اوگاڈوگو سے زمین شناسی (Geology) میں تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں فوج میں شمولیت اختیار کی۔ انھوں نے کئی اہم تربیتیں حاصل کیں، جن میں انسدادِ دہشت گردی اور سٹریٹیجک انٹیلیجنس شامل ہیں۔ وہ مالی (Mali) اور ساحل (Sahel) ریجن میں دہشت گردی کے خلاف مہمات میں شریک رہے۔ ان کا تعلق (Cobra Special Forces) سے رہا، جو انسدادِ دہشت گردی کے لیے مشہور یونٹ ہے۔ ابراہیم ٹراورے نے اگرچہ اپنے آپ کو 2022ء میں برکینا فاسو کا عبوری صدر بنا کر ایک عالمی سطح پر نمایاں مقام حاصل کیا، لیکن ان کی سیاسی جدوجہد کا آغاز درپردہ کئی سال قبل فوج کے اندر سے ہی ہو چکا تھا۔ ابراہیم ٹراورے نے ابتدائی طور پر کوئی روایتی سیاسی جماعت قائم نہیں کی، بلکہ وہ ایک ''ملٹری ایکٹوسٹ'' کے طور پر اُبھرے۔ 2010ء کی دہائی کے دوران برکینا فاسو میں انسدادِ دہشت گردی کے ناکام اقدامات، بدعنوانی اور مغربی انحصار کے خلاف فوجی حلقوں میں بے چینی پھیل رہی تھی۔ ٹراورے انھیں حلقوں میں ایک سخت گیر اور قوم پرست نظریے کے حامل افسر کے طور پر جانے جاتے تھے۔

2۔ انقلاب اور اقتدار پر قبضہ: 30 ستمبر 2022ء کو ٹراورے نے صدر پال ہنری ساندا وگو دامیبا کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ دامیبا بھی فوجی حکمران تھے، مگر ان پر دہشت گردی سے نمٹنے میں ناکامی اور مغربی جھکاؤ کا الزام تھا۔ عوامی ردِعمل: ٹراورے کے اقدام کو عوامی حمایت حاصل ہوئی، خاص طور پر نوجوانوں اور قوم پرست طبقات کی طرف سے۔ سیاسی بیانیہ: ٹراورے نے اعلان کیا کہ وہ برکینا فاسو کو ''قومی خود مختاری، سلامتی اور ترقی'' کی طرف لے جائیں گے۔

3۔ سیاسی حکمتِ عملی اور عبوری نظام: انقلاب کے بعد ٹراورے نے ایک عبوری چارٹر نافذ کیا جس کے تحت انھیں ''عبوری صدر'' نامزد کیا گیا۔ پارلیمنٹ معطل کر دی گئی۔ آئینی اصلاحات اور نئے انتخابات کے لیے عبوری مدت 24 ماہ مقرر کی گئی (جنوری 2025 تک)۔ حزب اختلاف پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ میڈیا پر سنسرشپ میں اضافہ ہوا۔

4۔ معاشی اصلاحات اور خود کفالت کی پالیسی: (الف) کان کنی اور سونے کی قومی ملکیت) برکینا فاسو سونے کی دولت سے مالا مال ہے۔ ٹراورے نے سونے کی صنعت کو ریاست کے کنٹرول میں لانے کی پالیسی اپنائی۔ 2023 میں Boungou اور Wahgnion گولڈ مائنز کو قومی ملکیت میں لایا گیا۔ نومبر 2023ء میں ملک کی پہلی گولڈ ریفائنری قائم کی گئی، جس کی یومیہ پیداواری صلاحیت 400 کلوگرام ہے۔ (ب) زرعی انقلاب: 2024 میں 6 ملین ٹن اناج کی پیداوار ریکارڈ کی گئی۔ 2025ء کے بجٹ میں زرعی آلات، بیج اور کھاد کی فراہمی کے لیے 104 بلین CFA فرینک (نوآبادیاتی دور کی کرنسی) مختص کیے گئے۔ (ج) کرنسی اور مالیاتی پالیسی: CFA فرینک پر تنقید کی گئی۔ سونے سے پشت پناہی شدہ نئی کرنسی کا نظریہ زیرِ غور ہے۔ ٹراورے نے دعویٰ کیا کہ 4.7$ بلین بیرونی قرض ادا کر دیا گیا ہے (Loveworldsat.org)۔

5۔ سلامتی کی صورتحال اور عسکری ردعمل: برکینا فاسو ایک دہائی سے دہشت گردی کا شکار رہا ہے، بالخصوص شمالی و مشرقی علاقوں میں: 2023 میں شدت پسند حملوں میں 8000 سے زائد افراد ہلاک ہوئے (Africa, 2024ISS)۔ 2.6 ملین افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔ دفاعی بجٹ میں 138% اضافہ کیا گیا ہے۔ ٹراورے نے مقامی دفاعی گروہوں کی تشکیل کی اجازت دی، جس سے ریاستی کنٹرول مضبوط ہوا ہے۔

6۔ بین الاقوامی تعلقات اور اتحاد: (الف) فرانس اور مغرب سے فاصلے)، فرانسیسی فوجی اڈے بند کر دیے گئے۔ فرانس پر برکینا فاسو کی خود مختاری میں مداخلت کا الزام لگا۔ ایک 16 ملکی اتحاد ہے ECOWAS (Economic Community of West African States) اور (African Union) AU ایک 55 ممالک کا اتحاد ہے۔ رکنیت معطل رہی، بعد ازاں جزوی بحال ہوئی۔ (ب) نئے اسٹریٹجک اتحاد): روس کے ساتھ فوجی و تکنیکی تعاون میں اضافہ ہوا۔ ترکی اور چین کے ساتھ سرمایہ کاری اور بنیادی ڈھانچے میں شراکت۔ (ج) Alliance of Sahel States (ASS) برکینا فاسو، مالی اور نائیجر کا ایک دفاعی و مالیاتی بلاک، جو مشترکہ کرنسی اور مرکزی بینک کی تجویز پر کام کر رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

امن وسلامتی؛
اسلام کا بنیادی امتیاز ہے

20/ جون 2025ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''معزز دوستو! دینِ اسلام انسانیت کو وہ سبق یاد کراتا ہے جس کے ذریعے سے انسانی معاشروں میں سلامتی اور امن کا نظام قائم ہے۔ انسان کے جسم، اس کے مال اور عزت کی حفاظت کے لیے انسان کی سب سے بڑی ضرورت امن ہے۔ انسانی جان، مال، عزت اگر مامون ہے تو انسانیت بڑے ہموار طریقے سے ترقی کرتی ہے۔ اور انسانیت اگر مامون نہ ہو، امن کی حالت میں نہ ہو، خوف ہو، قتل و غارت گری ہو، کسی نہ کسی دہشت گردی کا شکار ہوتی رہے، وہ کبھی ہموار طریقے سے ترقی نہیں کرتی۔ ایسی صورت میں دنیا جہنم بن جاتی ہے۔ فساد کی آگ انسانیت کو بھسم کردیتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہے، وہ انسانیت پر رحم کرتا ہے۔ اسی رحم کی اساس پر اللہ نے سلامتی کا یہ دین رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سے دنیا میں بھیجا ہے۔ آپؐ دنیا میں فساد کے خاتمے اور انسانیت کے لیے امن و امان کا نظام قائم کرنے کے لیے تشریف لائے۔ آپ نبی الرحمہ ہیں، ایسے نبی جو انسانیت کی ترقی اور بقا کے لیے رحمت کا پورا ماحول پیدا کرنے والے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو کسی علم، ٹیکنالوجی اور کسی فائق عمل کی وجہ سے اپنے آپ کو بلند تر سمجھ لیں اور دوسرے انسانوں کو حقیر سمجھ لیں، مکھی مچھر کی طرح ملیا میٹ کرنے کی فکر میں ہوں، وہ دراصل انسان نہیں، انسانیت کے نام پر ایک بہت بڑا داغ اور دھبہ ہیں۔ انسان انس و محبت اور ایک دوسرے کی خیرخواہی سے مشتق ہے۔ لیکن جب انسانیت نکل گئی، انس و محبت نہ رہا، اس کے نتیجے میں انسانی معاشرے میں حیوانیت بلکہ اس سے بھی بدتر حالت پیدا ہوتی ہے۔ انبیا علیہم السلام اسی حیوانیت کے خاتمے کے لیے اور اسی فساد کو دور کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔

انسانیت میں جاری علوم اللہ کی طرف سے انبیائے کرامؑ کے واسطے سے آئے۔ خواہ وہ علمِ نجوم ہو یا علمِ طبیعیات یا علم الٰہیات ہو، ان کا تعلق علم المصالح والمفاسد کے درمیان فرق پیدا کر کے انسانیت کی مصلحتوں کو زندہ کرنا اور انسانیت میں مفاسد پیدا کرنے والے راستوں کو روکنا رہا ہے۔ لیکن بعض لوگ علم سیکھ کر اس پر اجارہ داری حاصل کر لیتے ہیں اور علم کا منفی استعمال شروع کر دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے ایسے اہل علم کے بارے میں ایک قانون اور ضابطہ بیان کیا کہ جب بھی انھوں نے علم کا غلط استعمال کیا، جنگوں کی آگ بھڑکائی تو اللہ نے اس آگ کو بجھایا۔ انبیا علیہم السلام حیوانیت کی اس بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھاتے اور جوع الارض کے مرض کو ختم کرتے ہیں۔ اصل انسانیت کی بقا کے لیے کردار ادا کرتے ہیں انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کا بنیادی رخ یہی رہا ہے''۔

مسلمانوں نے مضبوط دیوار کی مانند امن کا نظام قائم کردیا تھا

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام نے اپنے زمانے میں ہر قسم کے فساد کو ختم کر کے امن و امان قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی۔ اسی طرح سلطانِ عالم ذوالقرنین کا تفصیلی قصہ بھی قرآن حکیم نے بیان کیا کہ انھوں نے پوری دنیا میں مشرق و مغرب اور شمال، تینوں علاقوں میں پوری طاقت اور قوت سے وہاں کے فسادی لوگوں کو راستے سے ہٹایا اور عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔ انھوں نے انسانیت دشمن حیوانی قوتوں یاجوج ماجوج پر حملہ آور ہو کر ان کی سیاسی طاقتوں کو توڑا۔ ان کے راستے میں امن و امان کی ایک بہت مضبوط اور بڑی دیوار قائم کردی، جس سے مشرق و مغرب کے درمیان لوٹ مار کے چور دروازے بند ہوئے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پوری مہذب دنیا میں ذوالقرنین کی طرح ''شہنشاہ عالم'' بنے۔ جیسے ذوالقرنین کی حکمرانی دنیا بھر میں قائم ہوئی اور انھوں نے ایک مضبوط دیوار بنائی جس کو نہ کوئی پھلانگ سکتا تھا نہ سوراخ کر کے انسانیت پر حملہ آور ہو سکتا تھا، اسی طرح آپؐ کی تیار کردہ جماعتِ صحابہؓ اور خلفائے راشدینؓ نے پوری انسانیت کو متحد کر کے انسانی بقا کا عالمی نظام قائم کیا۔

نصوصِ قرآنی کے مطابق یہ ضرور ہے کہ اُس زمانے میں ایک دیوار بنائی گئی، یہ صرف پتھروں کی دیوار ہی نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ذوالقرنین نے اپنی بین الاقوامی حکمرانی، سیاسی طاقت، شیطانی قوتوں سے انسانیت کو بچانے کے لیے اور سیاسی رکاوٹ دور کرنے اور امن و امان کا مستحکم نظام بنا کر ایک مضبوط دیوار کی طرح ڈالی تھی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''عربوں کی تباہی اس بلا سے ہوگی جو قریب ہی آ لگی ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں سے اتنا سوراخ ہوگیا''۔... پوچھا گیا: کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے کہ ہم میں صالحین بھی ہوں گے؟ فرمایا: ''ہاں! جب بُرائی بڑھ جائے گی (تو ایسا ہی ہوگا)''۔ (صحیح بخاری، حدیث:7059) عرب وہ لوگ تھے جنھوں رسول اللہ ﷺ کی تربیت کے نتیجے میں پوری دنیا میں انسانیت دشمنوں کے خلاف ذوالقرنین کی طرح مضبوط حکمرانی قائم کر کے ایک دیوار ''بنیانٌ مرصوص'' بنائی تھی۔ پھر جب عرب کمزور ہوئے، تو انھوں نے جن عجمیوں (ایرانیوں) کو تربیت دی تھی، اگلے 500 سال انھوں نے حکمرانی کی۔ ان کے بعد ترکوں اور مغلوں نے اس مضبوط دیوار کو قائم رکھا۔ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ عربوں کی تباہی کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ عرب جو دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا ذریعہ بنے، ان کے لیے ہلاکت کی وضاحت میں آپؐ فرماتے ہیں کہ ''یاجوج ماجوج کی دیوار میں سوراخ پیدا ہوگیا ہے''۔ آج کے دور میں اس سے مراد وہ یورپین بھیڑیے ہیں، جنھوں نے خشکی و تری ہر راستے سے پہنچ کر عربوں کا گھیراؤ کیا، مکہ کی سیاسی قوت کو توڑا، ان کی تجارت کو تباہ و برباد کیا۔ وہ ترک اور وہ مغل جو مکہ کی مرکزیت کو مان کر اس کی ہدایات کے مطابق اپنا تجارتی اور معاشی و سیاسی نظام قائم کیے ہوئے تھے، ان کو تہس نہس کر دیا''۔

عربوں کی آلہ کاری
اور استعماری نظام کی بربادی

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’آج عربوں کی تباہی اس لیے ہوگئی کہ وہ عالمی سامراج اور صیہونی طاقتوں کے آلۂ کار بن گئے۔ ان کی تجارت اور وسائل پر یورپین بھیڑیوں کا قبضہ ہے۔ یہ برطانیہ کے آلۂ کار عرب خود عرب کو آگ لگاتے رہے ہیں۔ وہ پرامن عثمانی گورنرز اور حکمران جو مکہ اور مدینہ کے امن کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار تھے، کیا ان کی مدینہ شام ریلوے لائن ان عربوں نے خود تباہ نہیں کی؟ کیا انھوں نے مکہ اور مدینہ پر خود گولیاں نہیں برسائیں؟ کیا فلسطین میں صیہونیوں اور برطانویوں کو داخل کرانے والے یہ عرب فلسطینی نہیں ہیں؟ کیا یہ آج شام کے وہ عرب نہیں ہیں، جو ٹرمپ کے آلۂ کار بن کر شام پر قبضہ کرنے والے ہیں؟ ’’بلادالعرب‘‘ پر تباہی بربادی کی یہ تاریخ ہے۔

ٹھیک ہے، ایک زمانے میں عربوں کی ناکارہ حکومت کو تاتاریوں نے پامال کیا تھا، لیکن اس شر سے ایک خیر اُبھرا کہ ان تاتاریوں نے اسلام قبول کر کے اگلے پانچ سو سال اپنی خلافت قائم کر کے دنیا کو امن دیا۔ جب عرب ناکارہ ہو گئے، ان کی جگہ پر اگلے 500 سال ایک ترک قوم نے امن و سلامتی کے نظام کو قائم رکھا۔ لیکن یمن، فلسطین، پورے جزیرۃ العرب، خلیج احمر اور خلیج فارس پر قبضے کے بعد جو شر اُبھرا ہے، اس کے ذمہ دار خود عرب ہیں۔ یہ اس حدیثِ نبویؐ کا مصداق ہیں کہ جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ: ’’قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں؛ جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں‘‘ (سنن ابوداؤد، حدیث: 4297)

جب حضرت زینبؓ کے سامنے آپؐ نے یہ بات فرمائی کہ یاجوج ماجوج کی دیوار میں سوراخ ہو گیا ہے، تم عربوں کی تباہی کے دن قریب آنے والے ہیں، تو حضرت زینبؓ کہا کہ: کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے اندر نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں! جب خبث (بُرائی) بڑھ جائے گی (تو ایسا ہی ہوگا)‘‘۔ وہ خبیث عرب جنھوں نے سرزمین عرب پر برطانویوں کو مسلط کرنے کے لیے گند پھیلایا اور آج تک ان کے لیے آلہ کار ہیں۔ وہ عرب جو بلادِ شام پر قبضہ کرانے والے ہیں، جو فلسطین پر قبضہ کروانے والے ہیں، آج ان کی خباثت کھل کر سامنے آگئی۔

40 سال سے اکیلا ایران اسرائیل کی بدمعاشی کا مقابلہ کر رہا ہے اور ان عربوں کے اندر خباثت پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ظاہراً اسرائیل کو تسلیم بھی نہیں کر رہے، صیہونیت کے خلاف نعرے بھی لگانے ہیں، بڑھ چڑھ کر گیدڑ بھبکیاں بھی دیتے ہیں، لیکن خفیہ ملاقاتیں بھی کرنی ہیں، آلۂ کار بھی رہنا ہے۔ یہ سب خبث ہے۔ یہ ہلاک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دوسری قوم سے کام لے لے گا۔ اگر سنی سُن ہو چکے، ان کے کان بہرے ہو چکے، وہ سامراج کے آلۂ کار بن چکے تو اللہ تعالیٰ کسی اَور قوم سے بھی کام لے سکتا ہے: ’’اگر تم پھر جاؤ تو بدل لے گا اَور لوگ تمھارے سوا، پھر وہ نہ ہوں گے تمھاری طرح‘‘۔ (القرآن: 47- محمد: 38)

فرقہ وارانہ سوچ،
عصری شعور سے عاری ہوتی ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’پھر سوچ کی کتنی خرابی ہے کہ پچھلے 45 سال سے راگ آلا پا جا رہا ہے کہ ایران اور امریکا تو ایک ہی پیج پر ہیں۔ اسرائیل اور ایران آپس میں بس دھمکیاں لگاتے ہیں، کرتے کچھ نہیں، نورا کشتی ہو رہی ہے۔ کیا نورا کشتی میں اسرائیل پر بمباری کی جاتی ہے؟ نورا کشتی میں ایران کی فوجی قیادت ختم کی جاتی ہے؟ ایسی نورا کشتی تم بھی ذرا امریکا سے کر کے دیکھ لو! تم بھی امریکا پر ایٹم بم گرا کر دیکھ لو۔ شیعہ سنی جھگڑا کھڑا کرنے والے الزام عائد کرتے ہیں کہ ایران میں شیعہ انقلاب آیا ہے، سنی انقلاب نہیں۔ بھائی، جہاں اکثریت جس مذہب کو ماننے والی ہوتی ہے، انقلاب اس کے مطابق ہوتا ہے۔ چینیوں نے جس نظریے کو مانا، اس کا انقلاب برپا ہوا۔ روس نے جس نظریے کو مانا، اس کا انقلاب برپا کیا۔ شیعوں نے انقلاب برپا کیا تو شیعہ انقلاب ہوگا نا، اس میں تو کوئی دو رائے نہیں۔ اور اگر تم سنی انقلاب برپا کرو گے تو کون سا ہوگا؟ سنی انقلاب ہوگا۔

محققین کی سچی جماعت کے رہنما حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے انقلابِ ایران کے وقت ہی فرما دیا تھا کہ ایران سے عقیدے کا اختلاف اپنی جگہ پر، لیکن اس کا سیاسی انقلاب امریکا کے تابوت میں کیل ٹھونکنے پر مبنی ہے۔ یہ سیاسی انقلاب یورپ کے پورے سسٹم کے خلاف ہے، سرمایہ داری نظام کے خلاف آزادی اور حریت کا انقلاب ہے۔ کم از کم قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک صحیح اور درست رائے تو قائم کرنی چاہیے۔ آج عزم و ہمت پر مبنی اس مؤقف کی سچائی ثابت ہوگئی جو حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے افغانستان کی لڑائی اور ایران کے مقابلے میں شیعہ سنی لڑائی کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ وہ بالکل واضح اور دوٹوک طریقے سے اپنی بات منوا رہا ہے۔ اب بھی اگر کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو ایسے عقل کے اندھوں سے کیا خطاب؟ یہ سوائے سامراج کی آلۂ کاری کے اور کچھ نہیں، اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ دین میں فساد کے لیے غلط ترین طور پر استعمال کرنا ہے۔ یہ ناقابلِ تلافی جرم ہے اور اس کی سزا یہ مجرمین ضرور پائیں گے۔

یاد رکھیں! اگر یہ سامراجی خباثت ایران کا احاطہ کر چکی ہے تو اس کے نتیجے میں تباہی اور بربادی تمھارے لیے مقدر ہے۔ اللہ نے اگر تمھیں سزا دینی ہوئی، تمھارے شر کی وجہ سے تو ضرور ان شیطانی، طاغوتی قوتوں کو تم پر غالب کر دے گا۔ اور اگر ابھی اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی بقا کے لیے نظام رکھا ہے تو ضرور اسرائیل کو شکستِ فاش ہوگی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کم از کم دینِ حق کا ساتھ دیں۔ ہمارا منبر و محراب، ہمارا سیاسی پلیٹ فارم، ہماری حکومتی طاقت اور قوت اس حق کی بات کو قبول تو کرے جو مظلوم کی مدد کرنے، ظالم کا مقابلہ کرنے اور، شیطانی طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین)

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

خواجۂ خواجگان، حضرت محمد باقی المعروف خواجہ باقی باللہ دہلویؒ

خواجۂ خواجگان، حضرت محمد باقی المعروف خواجہ باقی باللہ دہلویؒ ۵/ ذوالحجہ ۹۷۱ھ / 15/ جولائی 1564ء کابل (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا اصل نام محمد باقی، رضی الدین کنیت ہے۔ آپؒ کے والدِ گرامی کا نام قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندیؒ تھا اور صاف باطن و صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے۔ زندگی بھر عاجزی اور انکساری اور فنا فی اللہ میں بے رنگ بقا کی بدولت آپؒ کا ایک نام ''بے رنگ'' بھی ہے۔ ''باقی باللہ'' آپؒ کا لقب اس وجہ سے ہوا کیوں کہ سوائے اتباعِ الٰہی کے، زندگی کا کوئی اَور مقصد نہ تھا۔

8 برس کی عمر میں قرآنِ حکیم اور دیگر ابتدائی علوم اپنے والدگرامی سے حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم اس وقت کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا صادق حلوائیؒ سے حاصل کی۔ انھیں کے ہمراہ کابل سے روانہ ہوئے اور ماوراء النہر تشریف لائے۔ مزید تعلیم وہیں پر حاصل کی۔ ذہانت میں اپنے تمام دوستوں میں فوقیت رکھتے تھے۔ مشکل مسائل کو جلد ہی سمجھ کر ان کا حل فوراً پیش کرنے میں کمال حاصل تھا۔ پہلی بار جب دہلی تشریف لائے تو قطبِ عالَم شیخ عبدالعزیز مواجؒ کی خدمت میں رہ کر یادِ حق میں مصروف رہے۔

اس کے بعد شیخِ کامل کی تلاش میں ماوراء النہر ہی میں بیش تر علما و مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ اسی دوران سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف شیخ حضرت مولانا خواجہ محمد مقتدیٰ المعروف خواجگی امکنگیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ان کے ہاں تین دن قیام پذیر رہ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ بعض قریبی احباب نے کافی مجبور کیا کہ فوج میں ملازمت اختیار کرلیں، لیکن طبیعت اس جانب مائل نہ ہوئی اور حضرت خواجگی امکنگیؒ کے حسبِ حکم 1597ء میں لاہور کا رُخ فرمایا، تاکہ ہندوستان کے خاص و عام کی باطنی و روحانی ترقی و تزکیہ میں مصروف ہوں۔ کشمیر میں بھی کچھ عرصہ قیام فرمایا، پھر واپس لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں ایک سال قیام کے دوران لاتعداد علما و مشائخ نے آپ سے تربیت حاصل کی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں فیض یاب ہوئے۔

یہ وہ دور تھا جب دہلی کو ''دارُ الاولیا'' سے جانا جاتا تھا، اس لیے حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے دہلی جانے کا ارادہ فرمایا۔ دہلی تشریف لائے اور دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز شاہی میں واقع ایک مسجد میں سکونت اختیار فرمائی۔ عام طور پر آپؒ کسی کو جلدی بیعت نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی بہت زیادہ طلب ظاہر کرتا تو اس کو حلقۂ اِرادت میں شامل فرمالیتے تھے۔ 24/ جولائی 1599ء (۱۰۰۵ھ) میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ جب آپؒ کی زیارت کے لیے تشریف لائے اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا تو اسے حضرت خواجہؒ نے فوراً قبول کرلیا اور ان کی باطنی ترقی میں منہمک ہوگئے۔ اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی آپؒ کے حلقۂ اِرادت میں شامل ہوئے۔

دہلی تشریف لانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس دور میں ہندوستان پوری دنیا میں ایک طاقت کے طور پر جانا جاتا تھا۔ یہاں دینِ اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کا مطلب اس کی شان و شوکت میں مزید نکھار پیدا کرنے کے مترادف تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ یہاں موجود غیر مسلموں میں دینِ اسلام کی حقیقی روح کو اُجاگر کرکے انھیں اس جانب مائل کرنا تھا۔ تیسری اہم بات دہلی کے حوالے سے یہ تھی کہ یہ مملکتِ ہندوستان کا پایۂ تخت تھا، یہاں تعلیم و تربیت کا مطلب پورے ہندوستان میں اثرات پیدا کرنا تھا۔

ہندوستان کی اس اہمیت کے پیشِ نظر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے عملی کام کے اُمور بہ طورِ خاص یہ کہے جاسکتے ہیں: پہلا کام یہ کیا کہ یہاں کے امرا و خواص کے ساتھ تعلقات پیدا کرکے انھیں اِلحاد و کفر کے راستے سے روکا۔ دوسرا یہ کہ اس مقصد کے حصول کے لیے بہ طورِ خاص حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی ظاہری و باطنی تربیت کا اہتمام فرمایا۔ تیسرا اہم کام ہندوستان میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو رائج کرنا تھا، اس سے قبل اس سلسلے کا ہندوستان میں نام ہی سنا جاتا تھا۔ آپؒ اور آپؒ کے مریدِ خاص حضرت مجدد الف ثانیؒ ہی کی محنت کی بدولت نقشبندی سلسلہ ہندوستان میں مستحکم ہوا۔

آپؒ نے سیاسی طور پر بھی اہم کردار ادا کیا۔ نواب مرتضٰی خان، مرزا خانِ خاناں، مرزا قلیج خان، مرزا عزیز، ابوالفضل اور فیضی جیسے اعلیٰ اور با اثر حُکّام آپؒ کے مریدین میں شامل تھے، جن کے ذریعے حکومتِ وقت کی غیر اسلامی رسومات اور احکامات کے خاتمے کی کوششیں کیں۔ اِس تحریک کو آپؒ کے نام ور جانشین حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے آگے بڑھایا اور انتہائی کامیابی سے فروغ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارنامے آپؒ ہی کی تعلیم و تربیت کے رہینِ منت ہیں۔ حضرت مجددؒ کے مکتوبات میں 20 مکتوبات اپنے شیخ حضرت باقی باللہؒ کے نام ہیں اور اس کے علاوہ بھی بیش تر مقامات پر آپؒ کا تذکرہ بڑی عقیدت و احترام سے ملتا ہے۔

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، اورنگزیب عالمگیرؒ اور امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ ساتھ حضرت باقی باللہؒ کو اپنے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے آبا و اجداد اور دین اور دنیا میں اپنے امام اور رہنما کا درجہ دیتے ہیں۔ مولانا سندھیؒ نے انھیں ہندوستان میں ''امام ائمۃ التجدید'' کا لقب دیا ہے۔ اس لیے کہ ہزارۂ دوم میں کی گئی تمام تجدیدی سرگرمیوں کے وہ امام ہیں۔ حضرت خواجہؒ کا بیش تر کلام مثنوی اور کہیں رُباعیات کی صورت میں ہے۔ یہی وہ صنفِ سخن ہے جو کہ صوفیا کے ہاں بہت زیادہ مقبول و معروف سمجھی جاتی ہے۔ شفقت و ترحم، تحمل و بُردباری، فیاضی، انکساری، زہد و استغنا، سادہ مزاجی، شوکت و وقار اور عظمت و علوِ مرتبت آپؒ کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔ انھی خصوصیات کی بدولت ہی آپؒ نے جلد ہی خاص و عام کے دلوں میں گھر کرکے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ آپؒ کی عمر مبارک ابھی محض 40 برس ہی کی تھی کہ مختلف امراض نے آگھیرا اور ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ 29/ نومبر 1603ء بروز ہفتہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور تدفین دہلی میں ہوئی۔ مادہ تاریخ وصال: فخرِ اسلام 1012، نقشبندِ وقت 1012، واعلموا إِنّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْن (الآیہ) 1012 ہے۔

[بقیہ: صحابہؓ کا ایمان افروز کردار]

حضرت حارثہ بن نعمان خزرجی انصاریؓ کی اولاد میں نامور صحابہ کرامؓ میں سے عبداللہ بن حارثہؓ ہیں، اُم ہشام بنت حارثہؓ جنھوں نے بیعت رضوان میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپؓ کی اولاد میں سے مشہور محدث ابوالرجال محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حارثہؒ ہیں۔ یہ حضرت عائشہؓ کی فیض یافتہ عالمہ فاضلہ عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ کے بیٹے ہیں۔ان کی مرویات کو کتبِ صحاح ستہ کے محدثین نے روایت کیا ہے۔

آخری عمر میں آپؓ کی نگاہ ختم ہوگئی تھی۔ جائے نماز سے حجرہ کے دروازے تک رسی باندھ رکھی تھی اور اپنے پاس کھجور بھری ٹوکری رکھی۔ جب بھی کوئی ضرورت مند آتا تو رسی کے سہارے خود اس کو دینے جاتے۔گھر والوں نے کافی بار اس خدمت کے بارے کہا کہ ہم کر دیتے ہیں تو فرماتے کہ: ارشادِ نبوی ہے: ”مسکین کو دینے سے بُری موت سے بچ جاتا ہے“۔ بقول ابن کثیر آپؓ نے ۵۱ ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔(بحوالہ: سیر اعلام النبلاء، اسد الغابہ، الاصابہ، مسند احمد)

[بقیہ؛ شذرات]

ایران اسرائیل جنگ اور امریکی جارحیت کے بعد ہمارے ملک میں کچھ فرقہ پرست عناصر اس عالمی معرکے کو مذہبی چشمے سے دیکھ کر اسے شیعہ سنی اختلافات کی بھٹی میں جھونکنے کی سازش میں مصروف ہیں۔ وہ سامراجی ایجنڈے کو ملت کے وجود میں اندرونی خلفشار کی صورت میں نافذ کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ملت کو پارہ پارہ کر کے دشمنوں کے مقاصد کی تکمیل کی جائے۔

یہ سوچ دراصل مسلمانوں کے اتحاد کے خلاف دشمنوں کا پرانا حربہ ہے، جو آج داخلی چہروں میں چھپ کر نئی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔ہمیں چاہیے کہ اس موقع پر ہوش، حکمت اور بصیرت سے اس فرقہ وارانہ طرزِ فکر کو ناکام بنائیں اور دنیا میں جارحیت پسند قوتوں کے خلاف امن سلامتی اور انسان دوستی کے شعور کو اُجاگر کریں۔ (مدیر)

[بقیہ: افکار امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ]

یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بارے میں گواہی دی کہ: ”اگر میرے لیے انسانوں میں سے کسی کو اپنا گہرا دوست بنانا ممکن ہوتا تو ابوبکر صدیقؓ میرے خلیل ہوتے“۔(متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث 6010) اس کی وجہ یہ ہے کہ وحیٔ الٰہی کے جو انوارات نبی اکرمؐ کے نفسِ اقدس پر وارد ہوتے تھے، وہ آپؐ کے واسطے سے صدیق اکبر کے نفس پر بھی پے در پے آتے تھے۔پس جب بھی بار بار تاثیر اور نبی کا فعل اثر پیدا کرتا تو صدیق اکبرؓ کی طرف سے اُسے قبول کر لینے کا تاثر پیدا ہوتا تو اس طرح انھیں رسول اللہؐ کی ذات میں فنا اور فداکاری حاصل ہو جاتی تھی۔اور صدیق اکبر کا سب سے بڑا کمال۔ جو اُن کا آخری مقصد تھا۔ نبی اکرمؐ کی صحبت اختیار کرنا اور آپؐ کی گفتگو کو توجہ سے سننا تھا۔تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہؓ سے زیادہ صدیق اکبرؓ کو رسول اللہ کی صحبت حاصل تھی۔

”صدیق“ کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگوں میں خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطری طور پر اس طرح پیدا ہوئے تھے کہ وہ غیبی اُمور کو معمولی اسباب کے باوجود سمجھ لیتے تھے۔اس لیے نبی اکرمؐ صدیق اکبرؓ سے بہت سے واقعات کے سلسلے میں تعبیر پوچھا کرتے تھے۔(امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ”إزالةُ الخِفاء عَن خلافةِ الخُلَفاء“ میں ایسے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے)۔

”صدیق“ کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ایمان لانے والوں میں سے پہلے فرد ہوتے ہیں۔اور یہ کہ بغیر کسی معجزہ کے دیکھے ہوئے وہ نبی پر ایمان لاتے ہیں“۔

(ابواب الاحسان، باب:4، المقامات والاحوال)

[بقیہ: اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات]

مراد نے ”ادرنہ“ کو عثمانی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔”ادرنہ“ یونان اور بلغاریہ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ یہ شہر 1369ء سے 1453ء تک عثمانی سلطنت کا دارالحکومت رہا ہے۔ وفات: کسور کی جنگ میں عثمانیوں کو فتح حاصل ہوئی۔اس جنگ کے بعد ایک سرب سپاہی نے موقع پا کر مراد کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

[بقیہ: عالمی منظرنامہ]

7۔ترقیاتی اہداف اور معاشی اشاریئے:

اشاریہ	اعداد و شمار
GDP(2022)	$18.8 بلین
GDP(2024)	$22.1 بلین (18% اضافہ)
سالانہ نمو	2023: 4.9% ۔ 2024: 4.9% متوقع

مہنگائی کم ہو رہی ہے، مگر اب بھی 12-14% مہنگائی ہے۔

8۔تنقید اور خدشات: سیاسی آزادیوں پر قدغن: اپوزیشن جماعتوں کو محدود کیا گیا، اور مغرب نواز صحافیوں کو لگام ڈالی گئی ہے۔پیش بندیاں: امکان ہے کہ ٹراورے 2025ء کے بعد بھی اقتدار میں رہیں اور ایک صدارتی امیدوار بن کر دنیا کے سامنے آئیں۔خارجی سرمایہ کاری میں کمی: قومی ملکیت کے فیصلے سے مغربی سرمایہ کاروں کو کافی بڑا جھٹکا محسوس ہوا ہے۔

9۔مستقبل کے امکانات: ابراہیم ٹراورے کی قیادت ایک پین-افریقن قوم پرستی کا مظہر ہے، جو مغربی اثر سے آزادی، وسائل پر خود مختاری اور سماجی انصاف پر زور دیتی ہے۔ان کے عروج نے افریقا میں ”نئی نسل کی فوجی قیادت“ کی راہ ہموار کی ہے، مگر ان کی کامیابی کا انحصار تین باتوں پر ہوگا: کیا وہ عوام کی امنگوں پر پورا اترتے ہیں؟ کیا وہ سیاسی خود مختاری برقرار رکھ پاتے ہیں؟ کیا معاشی پالیسیاں طویل مدتی بنیاد پر قومی ترقی کا سامان فراہم کر پاتی ہیں؟ اگر وہ ان تینوں شعبوں میں توازن قائم کر لیتے ہیں، تو برکینا فاسو ایک ”فوجی استحکام“ کا کامیاب ماڈل بن کر پورے افریقا میں مغربی اثر و رُسوخ کو زائل کرنے میں معیار ثابت ہو سکتا ہے۔

شاعر: وسیم اعجاز، کراچی

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سرورِ دو جہاں ، خاتم الانبیا
تجھ سا کوئی نہیں ، اے حبیبِ خدا

اِک کرم کی نظر ، اس گنہگار پر
اِک نظر ہو عطا ، خاتم الانبیا

آپؐ کی رحمتوں کے طلب گار ہیں
آپؐ ہیں مقتدیٰ ، خاتم الانبیا

سج گئی آپؐ سے بزم کون و مکاں
آپ ہیں راہ نما ، خاتم الانبیا

ان کے ہوتے ہوئے کس سے اُمید ہو
ان کا ہے آسرا ، خاتم الانبیا

آپؐ کے دم سے روشن ہوا ہے جہاں
احمدِ مجتبیٰ ، خاتم الانبیا

زیست کے اس پریشان ماحول میں
مقتدیٰ ، مہتدیٰ ، خاتم الانبیا

ہادیٔ گمرہاں آپؐ کی ذات ہے
آپؐ نور الہدیٰ ، خاتم الانبیا

شافعِ عاصیاں سے ہی اُمید ہے
آپؐ درد آشنا ، خاتم الانبیا

"لَا نَبِيَّ بَعْدِي" کا اعلان تھا
آپؐ نے خود کہا ، خاتم الانبیا

راہ کوئی نہیں ان کی راہ کے سوا
رہبر و راہنما خاتم الانبیا

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال میرے والد صاحب ذہنی مریض اور ان پڑھ ہیں۔ ان کی شادی 2001ء میں ہوئی۔ تقریباً 15 سال تک میرے والدین اپنے والدین (میرے دادا دادی) کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر رہے۔ پھر گھریلو ناچاقی کی بنا پر میری والدہ نے اپنے اور بچوں کے لیے علاحدہ گھر کا مطالبہ کیا۔ چوں کہ وہ آئے روز کے لڑائی جھگڑوں سے تنگ تھیں، لہٰذا میرے دادا نے ہمارے لیے علاحدہ مکان کا انتظام بھی کر دیا، لیکن خاندان کے بعض افراد اس پر راضی نہ تھے۔ انھوں نے سادہ فارم پر نوکری کا جھانسہ دے کر والد صاحب سے طلاق نامے پر دستخط کروا لیے، جب کہ والد صاحب طلاق دینے پر نہ راضی تھے اور نہ ہی طلاق دینے کا کوئی ارادہ ظاہر کیا۔ صرف دھوکے سے طلاق دلوائی گئی۔ ہم تین بھائی اور ایک بہن ہیں، ہم سب جوان ہو چکے ہیں۔ میرے والد صاحب خاندان کے بااثر افراد کے ڈر اور خوف کی وجہ سے اتنا عرصہ خاموش رہے۔ اب ہم تمام اولاد اپنے والدین کے مسائل کو شرعاً حل کروانا چاہتے ہیں کہ آیا وہ طلاق جو دھوکے سے دلوائی گئی، واقع ہوئی تھی یا نہیں؟ کیوں کہ والد صاحب اس طلاق نامے سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ سائل: خلیل الرحمٰن، پشین، بلوچستان

جواب جب خاوند نے نہ زبانی طلاق دی ہو اور نہ تحریری اور نہ ہی کبھی کوئی طلاق کا ارادہ ظاہر کیا ہو بلکہ جعل سازی سے ایک سادہ پیپر پر دستخط لیے گئے اور وہ (خاوند) طلاق دینے سے لاعلم اور انکاری ہے تو اس طرح طلاق واقع نہ ہوگی۔

سوال ایک شخص پر قربانی کرنا واجب تھی، لیکن ایامِ نحر میں کسی عذر کی وجہ سے جانور ذبح کر کے قربانی نہیں کر سکا تو اب اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ سائل: احمد یار، چشتیاں

جواب اس شخص کو چاہیے کہ سب سے پہلے ترکِ قربانی پر توبہ استغفار کرے، پھر اس کوتاہی کی تلافی کے لیے ایک متوسط درجے کی بکری، یا بکرا، یا اس کی قیمت کے برابر رقم صدقہ کرے۔ "کفایۃُ المفتی" میں اسی قسم کے سوال کے جواب میں آیا ہے کہ: "قربانی کے جانور یا گائے کے ساتویں حصے کی رقم خیرات کرے"۔ (ج:6؛ ص:231)

خوش خبری

کتاب: "خاتم النبیین ﷺ کی جامعیت، فتنۂ قادیانیت کا تجزیہ اور مشائخِ رائے پور کا رہنما کردار"

مجموعہ تحریرات: حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
وحضرت مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ

شائع ہو چکی ہے۔ رحیمیہ بک شاپ لاہور پر دستیاب ہے۔ کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجیے! راؤ عتیق الرحمٰن خاں موبائل نمبر: 0332-7203090

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئنز روڈ لاہور سے جاری کیا۔